تفسیر سورۃالقیامۃ آیت ۵ :

بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ

ہم قادر ہیں کہ انسان کے ہر جوڑ کو اُسکی جگہ پر رکھ کر اُسے زندہ کریں.

آیت ۵ - بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوّی بنانہ

بلیٰ حرف جواب ہے یعنی جب بھی کوئی سوال ہو کہ فلاں بات حقیقت ہے یا نہیں تو اسکے جواب میں تصدیق اور قبول کے طور پر بلیٰ کے حرف سے جواب دیا جاتا ہے یہ یعنی عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بلیٰ کے ذریعہ نفی کا جواب ہوتا ہے اور نفی کا ابطال ہوتا ہے جیسا فرمایا زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلیٰ وربی یعنی کافر کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں فرمایا اے رسول انکو جواب دیجئے کیوں نہیں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا اور کبھی سوال میں نفی یا تو استفہام بھی ملا ہوتا ہے پھر استفہام کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کبھی استفہام اصل معنوں میں ہوتا ہے مثلاً اس نے پوچھا زید آیا؟ یہ سوال حقیقی ہے کہ پوچھنے والا اس بات کی تصدیق چاہتا ہے کہ زید واقعی آیا تھا یا کہیں اس بارے میں کوئی تردد لاحق ہے تو اسکا جواب بلیٰ سے دیا جائے تو مطلب یہ ہو زید واقعی آیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن قرآن چونکہ کلام اللہ اور کلام العرب کا کلام ہے اس میں ایسا استعمال نہیں یا استفہام تقریری ہوتا ہے کہ اقرار کروانا مقصود ہوتا ہے مثلاً الست بربکم خدا تعالیٰ کی طرف سے سوال ہے کہ کیا میں تمہارا رب ہوں یا نہیں اسکا جواب فطرت انسانی کی طرف سے دیا گیا کہ ضرور تو ہمارا رب ہے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے یا استفہام توبیخی ہوتا ہے جیسا کہ مغنی اللبیب کے مصنف کے نزدیک اس آیت میں کیا توبیخ ہے یعنی استفہام کا مقصد سوال کرنا نہیں ہوتا بلکہ کسی منفی خیال پر اظہار ناراضگی اور سرزنش مقصود ہوتی ہے

اس بارے میں بعض علماء کا اتفاق ہے کہ بلیٰ ایجاب یعنی مثبت معنے کا جواب میں نہیں آتا یعنی بلیٰ اس نے زید آیا قائم کے جواب میں تو صحیح ہے لیکن ازید قائم کے جواب میں بلیٰ کہنا درست نہیں اس پر اعتراض ہے کہ حدیث میں ایک ایسا ہے کہ جواب میں بلیٰ

کہا گیا ہے حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے ایک شخص کو سوال کیا کہ "أيسرك أن يكونوا لك في البر سواء" کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے سارے بچے تمہارے فرمانبردار ہوں تو اس شخص نے جواب دیا کہ بلی لیکن یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ دراصل سوال ایجابی نہیں بلکہ سلبی ہے کیونکہ أيسرك کا معنی ہیں کہ کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمہارے سارے بچے برابر کے فرمانبردار ہوں تو جملہ میں اگرچہ حرف نفی نہیں مگر مفہوم نفی کا ہی ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے بچوں میں کسی ایک کے ساتھ امتیازی سلوک کیا تو حضور نے اس سے پوچھا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا ایک ہی بچہ فرمانبردار ہو یا سب بچوں کا فرمانبردار رہنا تمہیں پسند ہے اس نے جواب دیا کہ میں یہی پسند کروں گا کہ سارے بچے فرمانبردار ہوں فرمایا کہ پھر سب کے ساتھ برابر کا سلوک چاہئے تو دراصل أيسرك میں نفی موجود ہے ورنہ اس کے جواب میں بلی نہیں آ سکتا تھا قرآن کریم کا استعمال اس بارے میں بالکل واضح ہے

بلی کے ان معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سوال اور جواب دونوں کی صورت واضح کرنے کی ضرورت ہے میرے نزدیک دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ سوال یوں ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں کہ انسان انسان ہوتے ہوئے اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ مرنے کے بعد زندگی ہے اسکا جواب انسان کی طرف کے یعنی ایسے انسان کی طرف کہ جس میں انسانیت کی حقیقت پائی جاتی ہے دیا گیا کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ انسان کے لئے انسان ہوتے ہوئے ما بعد زندگی کا انکار ممکن نہیں یا سوال کی شکل یہ ہوگی کہ قیامت کا منکر انسان سمجھتا ہے کہ ہم اسکی ہڈیاں جمع کرنے اور زندہ کرنے پر قادر نہیں اسکا جواب خود ہی دیا کہ کیوں نہیں ہم ضرور اسکو زندہ کریں گے کیونکہ ہم قادر ہیں کہ اس کے ہر جزو کو اسکی جگہ پر رکھ کر اسے زندہ کر دیں

ابن ہشام نے أيحسب کے سوال کو نفی قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ أيحسب الانسان [illegible]

لئے اور سخت عیب کی بات ہے اگر نفس لوامہ کا ہونا ہو تو وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرے

تسوی۔ تسویہ کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو اس طرح سے بنانا کہ اسکی تخلیق مکمل ہو جائے اور اس میں کوئی کمی اور عیب جو خلقت میں خرابی کا موجب ہو نہ رہے نیز استواء کے معنی بھی ہوتے ہیں دراصل یہ لفظ سواء سے ہے جسکے معنی عدل و مساوات کے ہوتے ہیں گویا کہ اس لفظ کے اندر یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ کوئی معیار یا کوئی نقشہ پہلے سے موجود ہے جسکے ہو بہو مطابق کسی چیز کو بنانا اور مکمل کر کے پیش کرنا ہے اس لفظ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کامل قدرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسے سائنسدانوں نے ابھی حال ہی میں معلوم کیا ہے جیسے ~~D.N.A~~ یعنی gene جو ہر جاندار کی ابتدائی شکل ہے یہ gene جو D.N.A سے ترکیب یافتہ ہے اسکے اندر قدرت خداوندی نے ایک خاص code لکھا ہوا ہے جس میں آئندہ پیدا ہونے والے وجود کی ساری صورت کہ کس قد کا وہ ہو گا بالوں کا رنگ کیا ہو گا اور کہاں کہاں اس میں اختلاف ہو گا اور ہڈیاں اور اسکے جوڑ کیسے ہونگے اور کونسے وہ ہونگے یہ سب نقشہ پہلے سے gene کے اندر موجود ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے تسویہ کا لفظ استعمال کیا ہے کہ گویا کوئی نقشہ ہے جسکے مطابق وجود نے صورت اختیار کی ہے جس طرح کوئی عمارت جو تعمیر کی جاتی ہے ایک نقشہ کے مطابق صورت پکڑتی اور نقشہ کے مطابق ہی مکمل ہوتی ہے اگر بنے ہوئے نقشے کے مطابق نہ ہو اور کوئی دیوار لمبی اور کوئی چھوٹی ہو جائے تو ایسی تعمیر کو مکمل اور مستوی نہیں کہہ سکتے مولانا مودودی نے اپنی تشریح میں اس حکمت خداوندی پر بہت زور دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی تخلیق بغیر نقشے کے نہیں ہو سکتی یعنی پہلے کوئی نقشہ ہوتا ہے پھر اس نقشہ کے مطابق صنعت کی تکمیل ہوتی ہے مولانا مودودی نے یہ حکمت اسی لفظ تسویہ سے اخذ کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں فرمایا کہ خلق فسوّیٰ اسکے یہی معنی ہیں کہ یوں haphazard اوٹ پٹانگ تخلیق نہیں

پہلے مقصد منقش کیا گیا پھر صورت کا نقشہ تیار ہوا پھر تسویہ ہوا یعنی اس نقشہ کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے gene کے اندر رکھا تھا اور D.N.A میں یا جو بھی کچھ قدرت خداوندی کے تخلیق اپنی تکمیل کو پہنچی پھر بنایا بنا کر اس سورۃ میں مختلف علوم جو خدا تعالیٰ نے انسان کو دئے انکی طرف اشارہ ہے خاص طور پر سائیکالوجی اور بائیالوجی کی طرف یہاں اللہ تعالیٰ نے فستوی کہہ کر علم الحیات کے ماہروں کو بتایا ہے کہ تحقیق کرو اور خوب تحقیق کرو کہ کس طرح کا زندہ وجود صورت پکڑتا اور تکمیل پاتا ہے اور D.N.A کے اندر کیا راز اور اشارات خالق کے مخفی ہیں انکو دیکھو اور انکی حکمت کو سمجھو مگر یہ یاد رکھو کہ تسوی بنانا نہ تخلیق کا کمال خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور رہے گا اس میں دخل دیکر تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا تم شیطان کے آلۂ کار بن کر فلیغیرن خلق اللہ کے مصداق بنو گے تو تسویہ کرنا اور سنوارنا اور تخلیق کو کمال تک پہنچا کر احسن الصور میں ظاہر کرنا یہ خدا ہی کا کام ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہی میں رہے گا

پس فرمایا کہ قادرین ان نسوی بنانہ ہم قادر ہیں کہ انسان کے سارے اعضاء کو بنا کر مکمل صورت میں پیدا کریں قادرین محل نصب میں ہے اسکا معنی سمجھنے کیلئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسکا نصب کس لئے ہے اس بارے میں مختلف رائے ہیں کشاف نے اسکو نجمع کی ضمیر کا حال قرار دیا ہے لیکن امام رازی نے اسکو رد کیا ہے سیبویہ کے نزدیک فعل مقدر اسکا ناصب ہے یعنی لنقدر قادرین ہم پوری طرح قدرت رکھتے ہیں لیکن مجھے امام رازی کی تفسیر زیادہ پسند ہے وہ کہتے ہیں یوں ہے کہ قادرین کا ابتداء

* یعنی ہم جب انسان کو ابتداء میں پیدا کرنے اور نیچے کے سارا سلسلہ بنت کا قائم کرنے اور جیدنا پر قادر تھے تو ہمارا کہا کیا مشکل ہے کہ ہم دوبارہ بنا سکیں گویا کہ تخلیق عالم اور کائنات کے پیدا کرنے کو دلیل ٹھہرایا کہ جس نے یہ سارا کارخانہ بنایا اور ہنسی کے لیے پیدا کیا اسکی قدرت پر شبہ کرنا اور یہ کہنا کہ پہلے تو اس نے بنالیا اب دوبارہ

نہیں بنا سکتا تو یہ کتنی غیر معقول بات ہے کیا کائنات میں کوئی بغیر تخلیق کا ایسا نظر آتا ہے کہ کسی طرح اتفاقاً ہو گیا ہو جب ہر چیز محکم نظام اور بلیغ حکمت پر چل رہی ہے اور یہاں بھی کوئی رخنہ ایسا نہیں جو اتفاقی کام میں یقینی طور پر ہوتا ہے تو کیسے اس کی قدرت کا انکار ممکن ہے جس نے ہستی کو بنایا وہ قادر ہے کہ دوبارہ بھی زندہ کرے اور مستقل انسانی جسم دلیل کا انکار نہیں کر سکتے کہ تخلیق محکم ہے اور ہر چیز ایک قاعدہ اور قانون کے مطابق ایک خاص شکل میں ظہور پا کر اپنے اپنے مقصد تخلیق میں لگی ہوئی ہے جس میں سب سے بڑھ کر انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے کمال استواء پر پیدا کیا اور اسکا یہ استواء اور کمال خدا کی کامل قدرت کے ساتھ مل کر یقینی دلیل ہے کہ انسان کیلئے یہی زندگی نہیں بلکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا ورنہ ساری حکمت باطل اور ساری قدرت کی نفی ہوتی ہے

(قادرین علیٰ ان) نسوی بنانہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو جسکے نتیجہ میں ابتدائے خلق ہوا اعادہ خلق پر دلیل ٹھہرایا ہے

بنان بنانہ کی جمع ہے یہ لفظ انسان کی انگلیوں اور انگلیوں کے پوروں کیلئے استعمال ہوتا ہے علمائے لغت کہتے ہیں کہ بنان کا اشتقاق من قولھم ابن بالمکان ہے یعنی کسی جگہ رہائش اختیار کرنا قیام کرنا کہتے ہیں انسان کی انگلیوں کو بنان اسلئے کہتے ہیں کہ ان سے یتحقق کل ما یکون للاقامة والحیاة انسان کی تمام ضروریات صنعت اور زندگی کیلئے چیزوں کی ضرورت ہے انکا انحصار ہاتھوں اور انگلیوں پر ہے اسلئے انکو بنان کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بنان کا لفظ اشرف یعنی ہاتھ پاؤں اور اطراف کیلئے آیا ہے یعنی انسان کے Torso اور Trunk کو چھوڑ کر جو اطراف ہیں انکے لئے بنان کا لفظ آیا ہے

کلام اللہ کے عجائبات پر انسان کی عقل حیرت میں گم ہوئے بغیر نہیں رہتی جتنے علوم ترقی کرتے ہیں اتنے ہی عجائبات کلام اللہ کا ظاہر ہوتے رہتے ہیں ایک لمبے عرصے تک اس ناچیز کی ناقص عقل کو بڑی خلش رہی کہ یہ بنانہ کا لفظ کیا ہے

جیسے فرمایا تھا کہ جمع عظام اللہ تعالیٰ ہڈیوں کو جمع کر سکتا ہے پھر فرمایا کہ قادرین علی ان نسوی بنانہ کہ ہم اسکی انگلیوں اور
اسکے پوروں کو جوڑنے اور مکمل کرنے پر قادر ہیں ۴۴ یہ بات غور کے لائق ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ سمجھایا کہ اس میں Anthropology
یعنی جسم انسانی کی ابتداء اور ارتقاء کے علم کی طرف اشارہ ہے جیسے لفظ لقد کہہ کر انسان کے شرف کا اظہار فرمایا تھا
اور خدا تعالیٰ کی اس بے نظیر صنعت کا ذکر کیا تھا جسے انسانی دماغ کہتے ہیں نسوی بنانہ کہہ کر خدا تعالیٰ کی
اس عجیب صنعت کی طرف توجہ دلائی جو انسان کے ہاتھوں اور پاؤں کی شکل میں ظاہر ہوئی انسان کا امتیاز اسکی
عقل سے ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ انسان کو عقل دے دیتا لیکن اسکے باقی اعضاء میں کوئی امتیاز نہ رکھتا تو انسان عقل کے کام نہ
لے سکتا نسوی بنانہ کہہ کر بتایا کہ اس عجیب قدرتوں والے نے جب انسان کو عقل دیکر باقی مخلوقات پر امتیاز
بخشا تو اسکے مطابق اسکے باقی جسم میں بھی ایسا امتیاز پیدا کیا جو دوسرے حیوانوں میں نہیں جہاں تک انسان کے مرکزی
دھڑ کا تعلق ہے یعنی Torso اس میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی خاص فرق نہیں خون کا نظام جگر گردے انتڑیاں وغیرہ
جیسے انسان میں ہیں دوسرے حیوانوں میں بھی امتیاز بنان کے ذریعہ ہے جنہیں انگریزی میں Extremities یعنی جسم کے
اطراف کہتے ہیں انسان کے اعضاء میں سے قرآن کریم میں ان اعضاء کا ذکر ہے جو اسکے بدن کو امتیاز دیتے ہیں یعنی سر چہرہ
ہاتھ اور ہاتھوں کی انگلیاں دو پاؤں پر کھڑا ہونا اور چلنا اور پاؤں کی انگلیاں جیسا فرمایا منھم من یمشی علی رجلین (سورہ
النور ۴۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا جن کی مختلف صورتیں ہیں ایک جاندار یعنی انسان وہ بھی ہے جو دو پاؤں پر چلتا
پھر اسی سورۃ میں فرمایا یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون (سورۃ النور آیت ۲۵) انسان کے اعمال پر قیامت کے دن اسکی
زبان اور ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے زبان اور ہاتھ اور پاؤں انسان کے وجود کا امتیاز ہیں جو کسی دوسرے حیوان کو نہیں بخشا گیا

صرف سمجھ نہیں آتی تھی کہ جوڑ کیا ہے یعنی موقع کے لحاظ سے قالب یا اعضاء کا ذکر کیا ہے تھا لیکن نہ قالب کا لفظ استعمال
کیا نہ بدن کا نہ جسم کا نہ مفاصل کا نہ اصابع کا نہ اناسل کا بلکہ ہر موقع پر معلوم ہوتا ہے کہ لغوی جمیع بدنہ لغوی الاعضاء
و مفاصلہ وغیرہ وغیرہ سب کو چھوڑ کر صرف بنان کو لیا جو انگلیوں کیلئے استعمال ہوتا ہے بلکہ انگلیوں کی پوروں کیلئے
اس میں کیا حکمت ہے اگرچہ اہل لغت نے لکھا ہے کہ بنان کا لفظ سارے اعضاء اور تمام مفاصل یعنی جوڑوں کیلئے بھی بول دیا
جاتا ہے بلکہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ بنان کا لفظ قرآن کریم میں الشوی کیلئے شوی عربی میں مفاصل کے علاوہ جسم کے اطراف
بدن ہیں Extremities کہتے ہیں یعنی ایک جسم انہوں نے مفاصل قرار دیا ہے جس کے چھوٹ جانے
سے انسان مر جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ شوی یعنی ہاتھ پیر وغیرہ جس پر ضرب لگنے سے مثلاً ہاتھ کٹ جائے تو جان تو
ہے انسان مرے گا نہیں تو بعض اہل علم نے بنان کا لفظ ان معنوں میں بھی لیا ہے اور اہل عرب کے استعمال سے
ثابت کیا ہے کہ ایسا استعمال ہوتا ہے مثلاً عنترہ کہتا ہے فان الموت طوع یدی اذا ما وصلت بنانہا بالمهند ان
جیسا موت میرے ہاتھ کے اشاروں پر چلتی ہے جب میں اپنی انگلیوں کو تلوار کے ساتھ ملا دیتا ہوں یہاں بنان کا لفظ
صرف انگلیوں کیلئے نہیں کیونکہ تلوار انگلیوں سے نہیں چلتی بلکہ سارے بازو کا زور بلکہ سارے جسم کا زور لگتا ہے اسی طرح کے اور
شواہد بھی پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بنان کا لفظ جسم کے سارے اعضاء کے جوڑوں کیلئے استعمال ہوتا ہے
ایسے معنی لئے جاتے ہیں لیکن پوری طرح اس سے تسلی نہ ہوتی تھی کہ خاص اللہ تعالیٰ نے اسی کا چیز پر رحم اٹھایا ہے
بنایا کہ بنان ہی ٹھیک تھا اور ہم نے اس لفظ میں اپنی عجیب منطق کا ذکر کیا ہے جو انسان کی انگلیوں کی شکل میں ملا ہے گا

اور انسانی عقل و شعور کا مظاہرہ اور انسان کے سارے کام جن سے وہ باقی حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے ان ہی الفاظ کے ذریعہ ہیں
غرض انسان کے امتیاز کی تفصیل ان الفاظ کے ذریعہ بیان فرمائی ہے جن سے اسکے عقل و شعور کا کمال ظاہر ہوتا ہے Anthropology
کی تحقیقات سے بھی انسان کے ان ہی الفاظ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے جو قرآن کریم کا بیان فرمانا ہے بلکہ قرآن کریم میں اس سے بہت
زیادہ علوم ہیں جو انسان نے اپنی کاوشوں اور تحقیقات سے دریافت کئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام اور خدا
کا فعل دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کل العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال
یعنی یہ انسانوں کی کوششوں اور کاوشوں کے باوجود انسانی عقل ان علوم کا احاطہ نہیں کر سکتی جو قرآن میں بیان ہوئے تمام علوم
قرآن کریم میں موجود ہیں مگر انسانی عقل انکا احاطہ کرنے سے قاصر ہے

اسی آیت میں پہلے تسویٰ کا لفظ استعمال کر کے بتایا کہ نطفے کے اندر خداتعالیٰ نے ایک پورا انسان آئندہ وجود
کا رکھا ہوا ہے اور خداتعالیٰ کی تقدیر کے مطابق جو نطفے کے اندر موجود ہے سارا وجود انسان کا بنتا ہے جیسا کہ آگے فرمایا
من منی یمنی ان الفاظ میں بائیالوجی کا بیان ہے کہ نطفے کے اندر خداتعالیٰ کی قدرت نے D.N.A اور اسکا
code جسکے مطابق ہر انسانی وجود تشکیل پاتا ہے رکھ دیا ہے

پھر بتانا کہ ہر انسانی وجود کا امتیاز بیان کیا یعنی فرمایا کہ ہمارا یہی احسان نہیں کہ عقل و شعور عطا فرمائی بلکہ عقل کے کام کے
لئے الفاظ بھی مناسب حال بنائے میں بتا چکا ہوں کہ اہل لغت نے بیان کا مطلق بتایا ہے کہ یہ لفظ ابن کے معنی
قیام کے ہوتے ہیں یعنی انسان کے سارے علوم ساری صنعت اور تمدن کے تمام مسائل کا مدار انسان کا ہاتھوں انگلیوں کی
بناوٹ ہے قربان جائیں اسکی عظمت کے جس نے اپنے کلام کیلئے زبان بھی وہ بنائی جو اپنے مادہ کے اندر عجیب حکمتیں رکھتی ہے

انسان کی گزران کا ذریعہ ہے جس میں قیام کے معنی ہیں دوسری جگہ سورۃ نساء میں فرمایا اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً یعنی انسان کے مالوں
کو قیام کا ذریعہ بنایا ہے اس پر انسانی تمدن اور نظام اور زندگی کا انحصار ہے اسی طرح بتادیا کہ تمام انسانی علوم حساب اور
سائنس اور حرفے اور صناعتیں اور تمدنی کام سب کا انحصار انسان کے ہاتھوں اور اس کی انگلیوں کی بناوٹ پر ہے عقل نے
زمان اور مکان کو دریافت کیا زمانے کی رفتار کے متعلق حساب کیا لیکن اگر ہاتھ نہ ہوتے تو زمانے کی رفتار کا وہ اندازہ جو گھڑی
کے ذریعہ لگتا ہے وہ کس طرح ہوتا یعنی اس کی شکل میں گھڑی کا نقشہ تو آ سکتا لیکن ایسے خوبصورت اور پیارے ہاتھ جو گھڑی کو بنا سکتے
وہ نہ ہوتے تو کیا ذہنی عذاب رہتا اس مضمون کی تو کوئی انتہا نہیں حساب ہے تو وہ انگلیوں پر ختم سائنس اور دوسرے علوم میں
تو وہ فدائی اس صنعت پر قربان جو ہاتھوں کی انگلیاں بنا کر اس خالق نے جو کام کئے ظاہر ہے دکھائی انسان کے ہاتھ خالق کی
عجیب کاریگری ہے کوئی سوچے کہ اگر انگلیاں نہ ہوتیں تو کیا انسان چاند پر پہنچ سکتا تھا درمنثور میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس
سے کسی نے اس آیت کے متعلق کہ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ دریافت کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ دیکھو اس کے احسان
کو اس کی کمال صنعت کی داد دو اگر ہم چاہتے تو تمہارے ہاتھ یا ڈول یعنی اونٹوں اور بکریوں کے کھر کی طرح بنا دیتے
ونعمن صنع اللہ خلقاً سویاً حسناً جمیلا لتقبض بہ وتبسط بہ یا ابن آدم یعنی نسوی بنانہ کی تفسیر اللہ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم
دیکھ کہ کیا کچھ دیا ہے ذرہ اپنے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے لا انگلیاں کھول اور بند کر انکو نیچے کر کبھی ادھر اور ادھر پھیر کر
دیکھ کہ کیا کاریگری ہے جو ان کے ہاتھوں میں تیری انگلیوں میں اعتدال اور کمال پیدا کیا ہے کیا حسن اور کیا جمال
اور کیسی عجیب کاموں کی استعداد اس میں رکھی ہے اتنے بڑے ڈاکٹر امین بیگ جیسے پہلے دنوں امریکہ گئے تھے وہ بتاتے تھے کہ
انکا ایک آرٹسٹ پیدا ہوا استاد جس کا نام ... انسان کی انگلیوں کی تصویر کھینچتا وہ ہمیشہ اپنا انگوٹھا

بلند نظر بنتا ہے اور بار بار حیرت کے اپنے ہی انگوٹھے کو دیکھتا ہے اور بار بار رکھتا ہے عجیب صنعت ہے جس نے یہ انگوٹھا بنایا اس کی کاریگری کی داد دینا ممکن نہیں سبحانہ وتعالیٰ کی نمائش کون

سورۃ الرحمن میں بیان کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دوسرے امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے جو عقل کیا تو اس کو مرحلہ انسان کو علم زبان میں سکھایا ہے کہ اس سورۃ میں مختلف علوم اور خاص طور پر سائیکالوجی جس کا انسان کے عقل و شعور سے تعلق ہے اور بائیالوجی جس کا انسان کے جسم کی بناوٹ سے تعلق ہے اور اسی طرح کے اور علوم جو انکے ساتھ ملتے ہیں جیسا کہ Anthropology - Sociology وغیرہ کا اس سورۃ میں ذکر آیا ہے اور ان سب علوم کو گواہ ٹھہرایا ہے کہ انسان خدا کی مخلوق میں سے ایک امتیازی شان رکھنے والا وجود ہے اسلئے اس کے کون یا مقصد ضروری ہے اور اسکے لئے صرف اس دنیا کی زندگی نہیں بلکہ مرنے کے بعد اسکو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسی وجود کو نفس میں محض یہی وجود نہیں بلکہ اس کے مختلف وجود اور بہتر اور برتر کیا تبدیل کیا جائے گا اور اس کے حساب لیا جائے گا اور اسکے لئے حسب اعمال جزا اور سزا ہوگی ایک بیان کے لحاظ سے غور کریں تو بہت سے علوم اور صنعتیں جو انسان نے ایجاد کیں انکی طرف اشارہ ملتا ہے جیسا کہ میں نے کہا اگر یہ نہ ہوتے تو انسان چاند پر نہ پہنچ سکتا جیسے cosmology اور astronomy اور Astro engineering وغیرہ سب علوم قرآنی بیان کے مختلف الفاظ میں آگئے پھر جیسا کہ میں نے لغوی تحقیق کی بنا پر بیان کیا لفظ آیت کے ہے جسکے معنی ثبات و قیام کے ہوتے ہیں گویا کہ تمام تمدنی ذرائع اور اقتصادیات کے علم کی طرف بھی اشارہ ہے البینہ سے ہیں المتنبت العاقل گویا انسان کا دنیا میں رہ کر حالات کا مقابلہ کرنا اور عقل و شعور سے کام لیکر عقل کے کمال کو حاصل کرنا علوم سیکھنا اور سکھانا اور ایجادیں کرنا جہاں

انسان کی تخلیق کا مرحلہ ہے وہاں انسان کے ہاتھوں کی انگلی ان چھوٹی چھوٹی اور باریک پوروں اور انکے جوڑوں اور باریک رگوں کا بھی مرحلہ ہے "فتبارک اللہ احسن الخالقین" خدا تعالی نے اپنی حسن صنعت کو حسن ذات پر دلیل ٹھیرایا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ سوچ اے عقل و شعور کے دلدادہ اور اے دل رکھنے والے کہ محبوب کی انگلیوں پر فریفتہ لیلی کی انگلیوں کے گرویدہ سوچ کہ وہ کتنا حسین ہے جس نے یہ حسن و خوبی پیدا کیا اس لئے آگے زمانے کی ارتقا نا نوع کہ جو اس مقدمہ پر غور کریں تو انکا دل کہے بس وہ ایک حسین و محسن و محبوب ہستی کے لگا رہے "گا"

غرض النفس لوامہ اور پوری سنانہ کے مختلف الفاظ میں انسان کے جسم کی بناوٹ اسکی پیدائش و ارتقا اور پھر اسکے ذہن کی بناوٹ اور ارتقا اور ان کے متعلق سارے علوم کی طرف اشارہ کر کے ان تمام علوم کو "گواہ" ٹھیرایا کہ قیامت حق ہے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ جسکو قیامت کے متعلق سوال ہے وہ سورہ قیامت پڑھے (اور شعور) یہ اسلئے فرمایا کہ اس سورۃ میں اشارۃً ان تمام علوم کی طرف اشارہ ہے جو انسان کو باقی مخلوقات کا ممتاز کرتا ہیں اور انسان کا امتیاز اسکی آخرت کی زندگی پر دلیل ہے آپ حضرت عمر کے فرمانا کا یہ مطلب ہے کہ صرف منکرین قیامت ہی کا جواب نہیں بلکہ ہر انسان کو ہر ایک سوال قیامت کے متعلق آئے خواہ وہ [illegible] (الزمانہ / کے ذہن میں) کسی علم کے تعلق رکھنے والا ہو سورۃ القیامۃ پر غور کرے تو اسکے سوال کا کافی و شافی جواب اس سورۃ میں مل جائے "گا"